تحریر: حکیم محمد عبدالسلام ہزاروی مرحومؒ۔ ہری پور ہزارہ
کنوینر آل پاکستان گورنمنٹ طبی بورڈ

کابل کی مشکبار فضاؤں میں چند روز

جسکے پہلو میں فاتح سومنات
کا مدفن اور عظیم المرتبت
حکیم سنائیؒ کی خاموش تربت
ہے

★

ایک مدت سے آرزو تھی کہ اس دیس کو ان آنکھوں سے دیکھ لیا جائے جسکے پہلو میں فاتح سومنات کا مدفن اور عظیم المرتبت حکیم سنائیؒ کی خاموش تربت ہے۔ جہاں احمد شاہ ابدالی کی جرأت و شجاعت، بابر کی عظمت و رفعت اور تیمور کے جلال و تمکنت کے سوتے پھوٹے۔ جس کے پہلو میں حریت و آزادی کے متوالوں کو پناہ ملتی ہے۔ وہ سرزمین جسے اپنی کم مائیگی اور حالات کی نامساعدت کے باوجود فرنگی کی عظیم طاقت کے خلاف آزادی کی جنگ لڑنے والوں کو اپنے دامن میں پناہ دی۔ جہاں مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور ان کے رفقاء نے اطمینان کا سانس لیا اور آزاد ہندوستان کی بہادر حکومت کی بنیاد رکھی اور جہاں ریشمی رومال کی تاریخی تحریک نے نشو و نما حاصل کی۔ وہ دلربا وطن جہاں ترکی جمال پاشا ایسی بین الاقوامی شخصیت کو سیاسی سرگرمیاں جاری رکھنے کا پروانہ ملا۔ اور جس سرزمین نے آنجہانی سبھاش چندر بوس کو اپنی راہوں سے گذار کر برلن پہنچایا۔ یہ تھا وہ پس منظر جسکی بناپر جنگِ آزادی کے ایک ادنیٰ سپاہی کی حیثیت سے آتشِ شوق فروزاں ہوتی رہی۔ مگر گردشِ لیل و نہار نے تاریخی عظمتوں سے تابندہ تر اس وطن کو دیکھنے کا موقع نہ دیا۔

مگر آتشِ شوق کی یہ چنگاری بدستور سلگتی رہی اور آخر قدرت نے یہ نادر موقع فراہم کر دیا کہ قابل دعزنی کی حسین و دلفریب بہاروں اور مشکبار فضاؤں میں چند روز گھوم پھر سکوں۔ اور عہدِ ماضی کے اوراق پلٹ کر تاریخ ساز شخصیتوں کے ذکر سے اپنے سینے میں مچلتی ہوئی تمناؤں کا مداوا کر سکوں۔

ؔ حکیم عبدالسلام ہزارویؒ ایک بلند پایہ شخصیت تھے، قومی و ملی امور میں پیش پیش، ان کا سینہ ملک و ملت کی غمخواری اور دلسوزی سے معمور تھا۔ افسوس کہ ان کا یہ مضمون ان کی زندگی میں شائع نہ کیا جاسکا۔ اب اسے مرحوم کے آثار و تبرکات کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارۂ الموتمر)

وادی عشق دور دراز ست وسے
طے شود جادہ صد سالہ بآہے گاہے

یہ جولائی کی ۲ر تاریخ اور اتوار کا روز تھا، جب میں اپنے ایک ساتھی حاجی محمد زمان کی معیت میں ہری پور سے روانہ ہوا، پشاور پہنچنے کے بعد کاغذات کی تکمیل ہوئی اور ہم درہ خیبر میں داخل ہو گئے، طویل پہاڑی سلسلوں اور پیچ پیچ راہوں سے گذرتے ہوئے علی مسجد کے قریب جا پہنچے جسکے متعلق مولانا ظفر علی خان نے ۱۹۲۷ء میں پشاور کے ایک جلسہ عام میں کہا تھا ؂

پاس خیبر بھی ہے اور اس میں علی مسجد بھی دور کیوں جاتے ہو جب ہے یہیں بات کرو

لنڈی کوتل سے گذرتے ہوئے طورخم پہنچے اور پھر طورخم سے دونوں جگہوں پر کاغذات کی جانچ پڑتال ہوئی اور ہم اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہو گئے۔ غروب آفتاب تک ہری بھری زمینوں اور حسین و خوشنما باغات سے سجے ہوئے علاقے کو دیکھتے اور بڑھتے چلے گئے۔ مالٹوں، سنگتروں، اور بوقلموں و متنوع پھلوں کی بہتات، سیر و سفر کی لذتوں میں اضافہ کر رہی تھی۔ ڈکا سے جلال آباد تک آئینہ کی مانند صاف و شفاف اور پختہ و پائیدار سڑک وادی کے حسن کو دوبالا کر رہی تھی۔

ہم نے دشت و چمن کی اس دلکشا بہار میں اپنا سفر جاری رکھا۔ اور کوئی بھی دشواری ہمارے سفر میں مزاحم نہ ہوئی اور ہم کابل کے دلفریب شہر میں داخل ہو گئے۔ رات کے بارہ بج چکے تھے، ہم نے جمیل ہوٹل میں قیام کیا۔ مگر یہ ہوٹل اپنی تزئین و آرائش کے باوجود میرے لئے طمانیت قلب کا باعث نہ بن سکا۔ چنانچہ دوسرے ہی روز اپنے ایک رفیق جناب نور احمد اعتمادی جو وہاں کے مشہور ٹرانسپورٹر بھی ہیں کے اصرار پر ہم نے ہوٹل کو خیرباد کہہ دیا اور انکی خواہش کے مطابق جلال آباد روڈ کے کنارے گمرک کے پاس منتقل ہو گئے۔ یہیں سے ہم نے مختلف تاریخی مقامات کی زیارت کا پروگرام بنایا۔

بزرگانِ دین مستند ذرائع سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ افغانستان میں بعض انبیاءؑ کے مزار بھی ہیں، جن میں سے حضرت دانیال اور صالح علیہ السلام کے مقابر خصوصی طور پر زبانِ زد عام و خاص ہیں۔ صحابہؓ میں سے ابو رفاعہ عدوی تمیمیؓ، حضرت بابزید انصاریؓ اور دیگر اصحاب علم میں سے امام فخرالدین رازی مصنف تفسیر کبیر۔ ملا حسین واعظ کاشفی صاحب تفسیر حسینی۔ معارج النبوۃ کے مصنف ملا معین اور عبدالغفور کے مصنف مولوی عبدالغفور کے مزارات مرجع خلائق بنے رہتے ہیں۔ غزنی میں محمود غزنوی۔ حکیم سنائی حضرت شمس تبریز، داتا گنج بخش کے والد حضرت عثمان ہجویری، اور قندھار میں احمد شاہ ابدالیؒ، بلخ میں بی بی رابعہ اور حضرت شفیق بلخی اور حضرت پارساؒ محو خواب ہیں۔ مزار شریف میں بعض ثقہ تاریخی

حوالوں کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مزار فیض آثار بھی موجود ہے۔

زیارت مزارات ۴ر جولائی کو صبح چائے سے فارغ ہونے کے بعد ہم جانب غزنی عازم سفر ہوئے پرکیف راستہ، کوہ دکمر کی فکر انگیز وسعتیں اور غزنی کی تاریخی عظمتیں، ذہنی سکون وبالیدگی کا باعث بن رہی تھیں، اسی نشہ سے سرشار ہم بارہ بجے کے قریب محمود غزنوی کے مزار پر پہنچے۔ مزار اقدس پر نگاہ کیا پڑی ایک سرور آور کیفیت طاری ہوگئی اور چشم تصور میں تاریخ کے وہ اوراق سامنے آگئے جو محمود بت شکن کے ساتھ وابستہ ہیں۔ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی جو تھمنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ میں نے بارگاہ رب العزت میں ہاتھ اٹھائے اور یوں گویا ہوا کہ اے اللہ! تو نے اس شخص کو یہاں سے اٹھایا اور اسے برِاعظم ایشیا میں مسلمانوں کی سطوت وشوکت کا باعث بنایا اور اسے بت شکنی کی پیمبرانہ سنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دی۔ آج بھی امت مسلمہ ایسے عظیم انسان کیلئے چشم براہ بیٹھی ہے۔ جو باطل کے اصنام کو پاش پاش کردے اور ہدایت آسمانی کا وہ پھریرا لہرائے کہ تمام شیطانی قوتیں اسکے سامنے سرنگوں ہوجائیں ؎

کانٹوں کی زبان سوکھ گئی پیاس کے مارے
کوئی تو آبلہ پا وادئی پرخار میں آوے

مزار غزنوی سے ہم سیدھے حکیم سنائی کی تربت پر پہنچے، جنکی شخصیت علمی دنیا میں محتاج تعارف نہیں۔ جنکے اشعار مولانا رومیؒ ایسے بزرگ نے تضمین کی ہے، اور متعدد مقامات پر حکیم مرحوم کے اشعار کو اپنے لئے مشعل راہ بنارہا ہے۔ حکیم سنائیؒ کے مزار پر بہت سے اشعار درج ہیں جن میں سے تین یہاں نقل کئے جاتے ہیں ؎

قرن ہا باید کہ یک مشت پشم از پشت میش — زاہدے را خرقہ گردد یا خمارے را رسن
سالہا باید کہ تا یک پنبہ دانہ از زمین — شاہدے را حلہ گردد یا شہیدے را کفن
دورہا باید کہ تا صاحب دلے پیدا شود — بایزیدے از خراساں یا اویسے از قرن

حکیم سنائی کے مزار پر فاتحہ خوانی کے بعد ہم شمس تبریز کے مزار پر پہنچے، شمس تبریز اور مولانا روم کے تعلقات کا اندازہ اس شعر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم — تا غلام شمس تبریزی نہ شد

بلخ کی شاہراہ پر غزنی سے ہم نے کچھ سامان خورد ونوش اپنے ساتھ لیا اور کابل کی جانب جانے والی راہ پر ایک چشمے کے کنارے کھانا پکایا، نماز ظہر ادا کی اور تھوڑی دیر سستانے کے بعد کابل کیطرف روانہ ہوئے۔ رات کابل میں گزاری اور دوسرے روز بلخ کا پروگرام بنایا۔ بلخ کابل سے تقریباً ۵۰۰ کلومیٹر کے فاصلے پر

روس کی سرحد کے قریب واقع ہے۔ کابل سے بلخ تک کا درمیانی علاقہ گوناگوں خوبیوں کی بناء پر اپنی مثال آپ ہے۔ خوبصورت درختوں کے جھرمٹ اور ان کے سایہ میں ٹھنڈے پانی، برفیلے پہاڑوں کا لمبا سلسلہ اور ان کے درمیان نہایت ہی نفیس اور عمدہ سڑک۔ دل و نگاہ کو فرحت و انبساط کی لازوال دولت سے مالامال کرتی ہے۔ یہ سڑک برفانی پہاڑوں کے بیچ میں ہونے کے باوجود محفوظ رہتی ہے۔ اور سلسلۂ مواصلات کو متاثر نہیں کرتی۔ ہم اسی کیف زار اور بہار آگیں راستے سے گزرتے جارہے تھے کہ دوشاخ کے مقام پر وادئ فنجان میں رُک گئے۔ دوپہر کا کھانا کھایا، گرم پانی سے وضو کیا، اور خدا کے حضور سجدہ ریز ہوگئے۔ فراغت کے بعد ہم پھر اپنی منزل کی جانب روانہ ہوئے، رات ہم نے پل خمری میں قیام کیا۔ اور صبح ناشتے کے بعد ہم نے اپنا راستہ لیا اور گیارہ بجے دن کے قریب بلخ پہنچے۔ حضرت رابعہ بلخی، حضرت شقیق بلخی کے مزارات پر حاضری دی اور مختصر سے قیام کے بعد ہم مزار شریف جا پہنچے جہاں کے اصحاب علم اور تاریخ سے آگاہ لوگ اس بات پر مصر ہیں کہ اس مقام پر حضرت علیؓ کا مرقد ہے۔ یہ ماننے میں تردد موجود تھا مگر بعض جیّد علماء کے مستند دلائل کے بعد اس سلسلہ میں سکوت اختیار کرنا پڑتا ہے۔

مزار شریف میں رات گذارنے کے بعد ہم اگلی صبح کابل واپس ہوئے، راستے میں دوشاخ کے ایک معزز فرد حاجی عبدالواحد کے پیہم اصرار پر ان کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا اور کابل پہنچنے پر دو روز یہیں پر قیام کیا۔ تمام تاریخی مقامات دیکھے اور وہاں کی اہم شخصیت ملّا شور بازار سے ملاقات کا موقع ملا۔ انہوں نے بڑی مروّت اور محبت کا ثبوت دیا، کئی اہل علم سے تعارف ہوا۔ اور مشہور شاعر حضرت سرشار کے کلام سے مستفیض ہونے کا موقع ملا۔

کابل کی اقتصادی و سیاسی حالت کابل کے متعلق میرا یہ تاثر تھا کہ وہ اپنی تمام تر تاریخی تابندگی کے باوجود غیر ترقی یافتہ، غیر منظم اور روس و امریکہ کا اقتصادی و سیاسی لحاظ سے دست نگر ہے۔ مگر وہاں کا مسحور کن مواصلاتی نظام جو تورخم سے کابل اور کابل سے ہرات و بلخ تک پھیلا ہوا ہے، کو دیکھ کر میرا یہ اندیشہ کافور ہو گیا۔ بلکہ یہ خیال تقویت پاتا گیا کہ ہمارے ملک کے انجینئروں کو ایک عرصہ تک کابل میں رہ کر کابل الیسی دیانتدارانہ تعمیر اور کم خرچ بالانشین کے مصداق تعمیر شدہ ڈیم کا بچشم سر مطالعہ کرکے اسی نقشہ کے مطابق کام کرنے پر آمادہ کیا جانا چاہیئے۔ کابل کے باخبر اور دانشور طبقے اس حقیقت کا برملا اعتراف کرتے ہیں کہ کابل واقعی ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ اور اربوں روپے جو روس نے یہاں کے زرعی، صنعتی اور مواصلاتی امور پر خرچ کئے ہیں، ان کی ایک ایک پائی سفیدہ کی لکڑیوں (جو ماچس بنانے میں استعمال ہوتی ہے) اور قراقلی کی قیمت کی شکل میں ادا کر دی گئی ہے۔ اور اس طرح امریکی قرضہ کا بار بھی چکایا ہے۔ کابل میں ٹیکنیکل و پیشہ ورانہ پوسٹوں پر زیادہ تر

فرانسیسی، جرمن اور کچھ دوسرے غیر ملکی اساتذہ ضرور کام کرتے ہیں۔ لیکن ملک کے داخلی امور میں کوئی بھی مداخلت کی جسارت نہیں کر سکتا۔ ظاہر شاہ والی کابل کو قریب سے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ تاہم وہاں کے عوام سے تبادلہ خیال کے بعد یہ تاثر پختہ ہوگیا ہے۔ کہ وہ اس عام روایت سے مستثنیٰ ہیں۔ جو دیگر ممالک میں اپنے حکمرانوں کے متعلق متنفر کی صورت میں موجود ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ ظاہر شاہ والی کابل کی ملک کو خود کفیل بنانے کے سلسلہ میں کوششوں کو سراہتے ہیں۔ اور آبپاشی، بجلی اور زرعی انقلاب کی رفتار کو دیکھ کر یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ یہ پیل دنہار مستقبل قریب میں کابل کو ایک عظیم ترقی یافتہ ریاست میں بدل دیں گے۔

مذہب سے لگاؤ عوام کی اکثریت اپنے دین سے والہانہ محبت رکھتی ہے۔ مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوتی ہیں۔ مجھے اس سفر کے دوران میں متعدد مساجد میں نماز ادا کرنے کا موقع ملا۔ پل خشتی کی جامع مسجد اپنی خوبصورتی، تزئین و آرائش اور محل وقوع کے اعتبار سے نمایاں مقام رکھتی ہے۔ کابل شہر میں مغربی تہذیب کا فی اثر پذیر ہے۔ جس نے عورتوں میں عریانی، برہنگی اور بے پردگی کو جنم دیا ہے۔ مگر اس کا تعلق جدید دولت مند اور مغربی تعلیم سے آراستہ پیراستہ لوگوں سے ہے۔ عام لوگوں اور دین کی جانب رجحان رکھنے والوں پر اس بے راہ رو تہذیب کا اثر کم ہے۔ بلکہ ان کے دل و دماغ میں اسلامی روایات اور اخلاقی اقدار کا تقدس پایا جاتا ہے۔

حقیر مشورہ افغانستان کے لوگوں میں چند روز گزارنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ پاکستانی عوام سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔ اور وہ ذہنی طور پر پاکستان کی طرف راغب ہیں۔ اگر ہمارے حکمران افغانستان سے تجارتی روابط بڑھانے میں آسانیاں پیدا کریں تو یقیناً افغانستان کی مارکیٹ پر پاکستان پوری طرح حاوی ہو سکتا ہے۔ پاکستان کے باشعور طبقہ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ عوام کے ذہنی رخ کو افغانستان کی طرف موڑیں اور انہیں یورپ کی غیر سود مند سیاحت ترک کرنے پر آمادہ کریں۔ تاکہ پاکستانی باشندے اپنے پڑوس میں مدفون بزرگوں کے علمی فیوضات سے متمتع ہوں اور یہ سمجھنے کی کوشش کریں۔ کہ غزنی، قندھار اور کابل کے دور افتادہ علاقوں سے فتح کن عزائم سے لیس ہو کر اٹھے اور تھوڑے ہی عرصہ میں برصغیر میں چھا گئے اور ہزار سال تک اسلامی شوکت کا غلغلہ بلند کئے رکھا۔ ▬▬

الحق میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں